بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
فون نمبر ۴۹
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ - عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
الفضل
روزنامہ
ربوہ
یوم منگل
ایڈیٹر روشن دین تنویر
The Daily
ALFAZL
RABWAH
قیمت فی پرچہ ۱۵ پیسے
جلد ۵۷/۲۲ | ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ - ۲۳ وفا ۱۳۴۸ہش - ۲۳ جولائی ۱۹۶۹ء | نمبر ۱۶۴

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۲ وفا ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے ۔ الحمد للہ

دعائے خاص کی درخواست

محترم السید منیر الحصنی نے دمشق سے لکھا ہے کہ ایک شامی معزز غیر احمدی نے جس کا نوجوان بیٹا بیمار ہے اور علاج معالجہ سے مایوس ہو چکا ہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ سے درخواست کی ہے کہ حضور اور حضور کی جماعت ان کے بیٹے کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں بچہ بہت لاغر ہو چکا ہے ۔ باپ نے وعدہ کیا ہے کہ بچہ کے شفایاب ہونے پر وہ بلاد عربیہ کے اخبارات میں اس قبولیت دعا کا ذکر کریں گے اور اپنی گواہی کی ہر جگہ اشاعت کریں گے ۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے جواباً تحریر فرمایا ہے کہ میں انشاء اللہ العزیز دعا کروں گا ۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ احباب جماعت کو بھی اس بیمار نوجوان کی صحت یابی کے لئے دعا کی تحریک کی جائے ۔ احباب کرام اس مریض کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں ۔

خاکسار :- ابو العطاء جالندھری

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گناہ خواہ از قسم صغائر ہوں یا کبائر ان کا مواخذہ ضرور ہوتا ہے

ہاں ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں کہ گناہ گاروں کو ایسی ابدی سزا ملے گی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی

ایک دوست کے تحریری سوال پر کہ اللہ تعالےٰ شرک کو کیوں معاف نہیں کرتا اور گناہ پر مواخذہ کی کیا وجہ ہے ؟ فرمایا :-

" گناہوں کے مواخذہ کے متعلق یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا سنت اللہ میں یہ داخل ہے یا نہیں ؟ وہ ہمیشہ مواخذہ کرتا آیا ہے ۔ گناہ خواہ از قسم صغائر ہوں یا کبائر ان کا مواخذہ ضرور ہوتا ہے ۔ اور انسان خود اپنی فطرت میں غور کرے کہ کیا وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین سے کوئی مواخذہ کرتا ہے یا نہیں جب ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور وہ کوئی خطا کرتے ہیں ۔ یہ فطرتی نقش اس بات پر ایک حجت اور گواہ ہے ۔ اور یہ بات کہ شرک کو نہیں بخشتا ۔ اگر ایک ایک گناہ پر یہ سوال ہو تو بہت بڑی وسعت دے کر اس سوال کو یوں کہنا پڑے گا ۔ کہ وہ ہر قسم کے گناہ کیوں معاف نہیں کر دیتا ۔ سزا دیتا ہی کیوں ہے ؟ یہ غلطی ہے پہلی امتوں پر گناہوں کی وجہ سے عذاب آئے اور اب بھی اللہ تعالےٰ اسی طرح گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے ۔

ہاں ہمارا یہ مذہب ہرگز نہیں ہے کہ گناہ گاروں کو ایسی سزا ابدی ملیگی کہ اس سے پھر کبھی نجات ہی نہ ہوگی بلکہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ آخر اللہ تعالےٰ کا فضل اور رحم گناہ گاروں کو بچائے گا اور اسی لئے قرآن شریف میں جہاں عذاب کا ذکر کیا ہے وہاں فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ فرمایا ہے ۔

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک بندوں کے اور ایک خدا کے ۔ جیسے چوری ہے یہ عبد کا گناہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی چوری شرک ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی صفات کو چرا کر دوسرے کو دے دیتا ہے ۔ چونکہ یہ ایک بڑی زبردست ہستی کی چوری ہے ۔ اس لئے اس کی سزا بھی بہت ہی بڑی ملتی ہے ۔ "

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۸۴)

سنیما کے بارے میں جماعت احمدیہ کا موقف

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائل پور کا مضمون الفضل مورخہ ۱۹ وفا ۱۳۴۸ ہش میں " سنیما کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب " کے عنوان سے شائع ہوا ہے وہ محض ان کی ذاتی ناصحانہ رائے ہے ۔ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ جماعت احمدیہ کا موقف نہیں ۔ جماعت کا موقف وہی ہے جو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فتاوے میں بیان ہوا ہے ۔

(۱) " اگر فلم حقیقی مناظر کی ہے تو کوئی اعتراض نہیں ۔ لیکن اگر وہ ایکٹنگ سے تیار کی گئی ہے تو اسے دیکھنے کی اجازت نہیں " (الفضل ۲ جولائی ۱۹۴۲ء)

(۲) " سنیما اپنی ذات میں برا نہیں بلکہ اس زمانہ میں اس کی جو صورتیں ہیں وہ مخرب الاخلاق ہیں ۔ اگر کوئی فلم کلی طور پر تبلیغی ہو ، تعلیمی ہو اور اس میں کوئی حصہ تماشہ وغیرہ کا نہ ہو ۔ اس میں کوئی حرج نہیں " ۔ (مطالبات تحریک جدید صفحہ ۳۹)

(ناظر اصلاح وارشاد ربوہ)

سعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا ۔

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۳ وفا ۱۳۴۷ ہش

مقصدِ زندگی

گزشتہ اشاعت میں ہم نے ان کالموں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتیں "اسلامی اصول کی فلاسفی" سے نقل کی تھیں اور بتایا تھا کہ دنیا کی موجودہ بے اطمینانیاں اور جرائم کی بہتات اسی وجہ سے ہے کہ انسان نے زندگی کے چھوٹے چھوٹے مقاصد پیش نظر رکھ لئے ہیں۔ اور زندگی کے واحد بنیادی مقصد یعنی اللہ تعالےٰ کی شناخت کو بالکل فراموش کردیا ہے۔ چنانچہ ہم نے حضور اقدس علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عبارت بھی پیش کی تھی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتاہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کے لئے ٹھہراتے ہیں۔ اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوؤں تک چل کر آگے ٹھہر جاتے ہیں مگر وہ مدعا جو خدائے تعالےٰ اپنے پاک کلام میں بیان فرماتا ہے یہ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

یعنی مَیں نے جن وانس کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں۔ پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا تعالےٰ کی پرستش اور خدا تعالےٰ کی معرفت اور خدا تعالےٰ کے لئے ہو جانا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵۷/۱۵۸)

اس ضمن میں کہ انسانوں نے اس حقیقی مقصد زندگی کو پس پشت ڈال کر چھوٹے چھوٹے مقاصد زندگی کے مقرر کر لئے ہیں۔ ہم نے بتایا کہ موجودہ زمانہ میں مادیاتی نقطۂ نظر کے فروغ کی وجہ سے کئی قسم کی مادی تحریکیں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً سرمایہ داری۔ اشتراکی۔ فاشی ازم وغیرہ کے نظریات ایسے ہی چھوٹے چھوٹے مقاصد زندگی مقرر کر گئے ان لوگوں نے دنیا میں ایک فتنہ و فساد کا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ جو باہم ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کے لئے باہم جنگ و جدل میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔

آج کل افراد اور اقوام جس چیز سے بُری طرح متاثر ہیں۔ وہ اقتصادی نظریہ ہے۔ مادہ پرستی نے انسان کی نگاہ کو روحانی اور اخلاقی اقدار سے مبرا کر کے صرف پیٹ اور آسائش جسمانی کے پھندوں میں گرفتار کردیا ہے اور انسان نے انہی مقاصد کے حصول کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔ اس کے جو نتائج نکل رہے ہیں۔ وہ ہمارے سامنے ہیں۔ ہم کسی دوسری جگہ روزنامہ امروز کے شکریہ سے ایک مقالہ نقل کر رہے ہیں۔ اس مقالہ میں جس کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس موضوع کو لیا گیا ہے کہ انسانی زندگی کا ماحول چونکہ مادیاتی ہو گیا ہے۔ اس لئے انفرادی اور بین الاقوامی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں اور دنیا میں بے اطمینانی اور جنگ وجدل کی فضا پرورش پا رہی ہے۔ چنانچہ مصنف کتاب لکھتا ہے۔

"اس صورتِ حال کا بنیادی سبب ایک ہے اور اس سبب کو ختم کر کے ہی باہمی مفاہمت کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور وہ سبب ہے مادی حصول ہی کو زندگی کا مقصد بنا لینا۔ قدیم دور میں بھی انسان مادی حصول کے پیچھے دوڑتا رہا ہے اور اس کی بناء پر پہلے بھی جھگڑے پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مگر پہلے اس چیز نے عقیدہ کی صورت اختیار نہیں کی تھی جبکہ آج وہ عقیدہ و مذہب بن کر ذہنوں پر چھا گیا ہے۔ اس بناء پر آج اس کے مفاسد بھی پہلے سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔"

(امروز ۱۸/۷/۶۸ صفحہ ۳)

مصنف نے علاج تو خیر نہیں ایک طریق پیش کیا ہے۔ جس سے مقصد زندگی کو خالص مادہ پرستی سے اٹھا کر ذرا وسعت دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

"اگر ہمیں قوموں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنی ہے تو سطحی تدبیروں سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے لازمی طور پر ہمیں زیادہ گہرائی سے چلنا ہوگا۔ خاص طور پر مقصدِ زندگی کا تصور بدلنا ہوگا اس کے بغیر کوئی خاص نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

مقصدِ زندگی کا تعلق اس مسئلہ سے کیا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ ملک اور مال جو لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے درمیان بار بار لڑائیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ مگر اسی دنیا میں بہت سے لوگ ایک اور چیز کے حصول میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کے درمیان کبھی میدان جنگ قائم نہیں ہوتا۔ یہ دوسری چیز ہے علمی تحقیقات۔ جو لوگ علم کے حصول میں لگے ہوتے ہیں۔ ان میں اختلافات بھی ہوتے ہیں۔ کوئی پاتا ہے کوئی محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے حصول میں لگنے والے اپنی اپنی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ باہم کبھی لڑائی کھڑی نہیں کرتے۔

اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک اور مال متعین مادی چیزیں ہیں۔ اس کا کوئی جزو یا کل جب ایک شخص لے رہا ہوگا تو اس وقت دوسرا اسے نہیں لے سکتا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک کو ملتی ہے تو صرف اس قیمت پر کہ دوسرا اس سے محروم ہو رہا ہو۔ یہ چیز فطرۃً اشتعال پیدا کرتی ہے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے لڑ جاتے ہیں۔

اس کے برعکس علم کوئی مادی چیز نہیں۔ وہ ایک ذہنی چیز ہے۔ ایک ہی علم بیک وقت ہزاروں آدمیوں کے ذہن میں ہو سکتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی وجہ سے کسی ایک دوسرے کے علم میں کوئی کمی آتی ہو۔ علم اور مال کا یہی فرق ہے۔ جس کی وجہ سے مال تلاش کرنے والے باہم لڑ جاتے ہیں۔ مگر علم تلاش کرنے والے آپس میں نہیں لڑتے۔"

(امروز ۱۸/۷/۶۸ صفحہ ۳)

بہر حال مصنف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ

"اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کونسا مقصدِ زندگی ہے جس کو اپنایا جائے تو افراد اور قوموں کے درمیان مفاہمت اور تعلقات کی فضا پیدا ہوگی۔ وہ صرف یہ ہے کہ ایسا مقصد ہو۔ جو مادیات سے بلند ہو۔ جہاں بیک وقت سارے انسان مل سکیں۔ جس میں ہر ایک اپنا حصہ بھرپور وصول کرنے کے باوجود دوسرے کے لئے کمی کا باعث نہ بنتا ہو۔ ایسے ایک نصب العین کو دنیا میں رواج دینا آج انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔"

(امروز ۱۸/۷/۶۸ صفحہ ۴)

اگرچہ مصنف نے ٹھیک نکتوں پر غور کیا ہے۔ لیکن چونکہ خود مصنف نے بھی صرف مادیاتی فضا ہی میں اس کا حل سوچنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے وہ یہ تو سمجھا سکا ہے۔ کہ بعض مقاصد دوسروں سے ذرا وسیع تر ہیں مثلاً اقتصادی مفاد سے علمی ذوق وسیع تر مقصد ہے لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ وہ اس گورکھ دھندے سے نکل گیا ہے۔ جو مادیاتی نقطۂ نظر نے انسانی زندگی کے راستہ میں ڈال رکھا ہے۔ اگر دنیا میں مال دولت کی بجائے علم کو مقصد زندگی بنا لیا جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ مصنف اس امر کو بھول گیا ہے۔ کہ موجودہ خدشات علم ہی نے تو پیدا کئے ہیں۔ سائنسی علوم کی ترقی ہی نے انسان کی حرص و دولت کو سہارا دیا ہے اور یہ علم ہی ہے جس نے بڑے بڑے سرمایہ دار پیدا کئے ہیں۔

(باقی دیکھیں صفحہ ۴ پر)

ایک تاریخی جائزہ

76

جرمن زبان میں قرآنِ پاک کے تراجم

(مکرم مولوی بشیر احمد صاحب شمس مبلغ جرمنی)

قرآن کریم ایک ضابطۂ حیات دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسانی ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی جمع، قرأت اور حفاظت کا خود ذمہ لیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے :-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔
(الحجر ۱۰)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۔ (القیامۃ)

ایک طرف تو مجددین کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تا قرآن کریم کی صحیح تعلیم سے لوگوں کو روشناس کرایا جاتا رہا کرے۔ تو دوسری طرف اس کی اشاعت۔ تراجم اور اس کے پڑھے جانے کا بھی بندوبست فرمایا۔ نہ صرف عالمِ اسلام نے اس کی اشاعت کی بلکہ غیر مسلم اقوام کے لوگ بھی اس کی اہمیت کے پیشِ نظر مختلف اوقات میں اس کام کو اپنے ذمہ لے کر کرتے چلے گئے حتیٰ کہ مسیح زمان علیہ السلام کا وقت آن پہنچا اور جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ اس کی اشاعت کا وسیع انتظام عمل میں آنے لگا۔ اور دنیا کی تقریباً ہر بڑی زبان میں اس خدائی کلام کو باحسن طریق لوگوں کے سامنے ان کی اپنی زبان میں ہی پیش کیا جانے لگا۔

مغربی دنیا اور اسلام کے تعلقات دراصل تین بڑے مراحل میں سے گزرے ہیں اور ہر مرحلہ کو اس کے مخصوص حالات کی بناء پر ممیّز کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً

(۱) پہلا مرحلہ جبکہ یورپ کو اسلام کا علم ہوا وہ ابتدائی اسلامی فتوحات اور صلیبی جنگوں کے درمیان کا وقفہ ہے...

... پھر پندرھویں صدی عیسوی میں عرب و سپین کی جنگ ....

اور آخرکار یورپ کا اسلام کو روکنے کے لئے ترکوں کے مقابلہ پر آنا۔

(۲) دوسرا مرحلہ وہ ہے جب اٹھارھویں صدی کے نئے روشنی کے زمانہ میں یورپ نے اسلام کو سمجھنا شروع کیا اور قرآن کریم اسلام سیکھنے کا بڑا ذریعہ قرار پایا۔

(۳) تیسرا مرحلہ جنگِ عظیم ثانی کے بعد آیا اور گزشتہ بیس سال میں واضح رنگ میں اس کا اثر ظاہر ہوا جبکہ عیسائیت نے اسلام کو اپنے برابر مذہب تسلیم کر لیا۔

ایک وقت تک تو یورپ قرآن سے نفرت کرتا رہا اور وہ خیال کرتے تھے کہ قرآن اللہ تعالےٰ کا کلام نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) ایک شیطانی فعل ہے اور یہ نظریہ سترھویں صدی عیسوی تک جاری رہا حتیٰ کہ پوپ VII Alexander نے تو قرآن کریم کے شائع کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے سے ہی منع کر دیا تھا۔ اس کے باوجود جرمنی کے ایک پادری ابراہام Hinckelmann جو ہمبرگ کا باشندہ تھا نے قرآن کریم عربی کو ۱۶۹۴ء میں خفیہ طور پر طبع کرنے کی کوشش کی۔ مگر جرمن زبان میں وہ اسے منتقل نہ کرسکا — بلکہ اس سے قبل ۱۰۸۵ء میں عیسائی غلبہ کے بعد جب Toledo (سپین) اسلامی تہذیب کو مختلف زبانوں میں یورپ میں منتقل کرنے کے لئے ترجمہ کا مرکز بنا تو وہاں سے ۱۱۴۳ء میں ایک شخص Robert of Chester نے Hermann The Dalmatian کی مدد سے Peter The Venerable کے لئے لاطینی زبان میں سب سے پہلا قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کیا۔ نیز ایک پادری جس کا نام Dominicus تھا نے ۱۶۵۰ء اور ۱۶۶۵ء کے درمیان قرآن کریم کو لاطینی زبان میں ترجمہ اور کچھ تفسیر کے ساتھ ہاتھ سے لکھا۔ اگرچہ اسنے اپنے مشرق کے قیام کے دوران عربی سیکھی تھی مگر زبان پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے وہ ترجمہ اور تفسیر صحیح رنگ میں نہ کرسکا نیز اشاعت پر پابندی ہونے کی وجہ سے یہ قرآن بھی شائع نہ ہوسکا۔

اس ترجمہ کے دوسَو سال سے زیادہ گزرنے پر آخرکار ۱۸۸۳ء میں اسی راہب Dominicus کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآنی ترجمہ و تفسیر کو ترجیح دی گئی۔ اس کے علاوہ سترھویں صدی میں ہی ایک اور ترجمہ قرآن لاطینی زبان میں ہوا جو L. Marracci نے کیا۔ اور ۱۷۲۱ء میں ایک شخص Christian Reinecci نے اسے شائع کیا۔ اس کے مقدمہ میں اس نے تاریخ قرآن۔ اسلامی عقیدہ اور بعض اختلافی مسائل جو اسلام اور عیسائیت میں پائے جاتے ہیں کی طرف بھی اشارہ کیا۔

قرآن کریم کا جرمن زبان میں پہلا ترجمہ وہ ہے جو جرمن پادری سلمان Schweigger نے کیا۔ لیکن اس نے قرآن کریم عربی سے ترجمہ نہیں کیا اور نہ ہی وہ عربی جانتا تھا۔ بلکہ لاطینی سے نقل کیا (کیونکہ اس سے قبل لاطینی زبان میں ترجمہ ہوچکا تھا) مگر عملاً یہ ترجمہ بھی کسی کام کا نہ تھا۔

دوسرا ترجمہ قرآن وہ ہے جو فرانسیسی زبان سے نقل کیا گیا تھا اور یہ Schweigger کے قریباً پَون صدی بعد ایک جرمن ڈاکٹر Johann Lange نے کیا تھا لیکن یہ ترجمہ بھی حقیقتاً گزشتہ ترجمہ سے بہتر نہ تھا۔

آخر ۱۷۷۲ء میں پہلی مرتبہ بالواسطہ عربی زبان سے جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ فرانکفورٹ کے ایک پروفیسر David Friedrich Megerlin نے کیا۔ اس کے بعد دوسرا ترجمہ ۱۷۷۳ء میں پادری Friedrich Eberhard Boysen نے کیا۔ یہ ترجمہ پہلے سے بہتر تھا۔ یہ دونوں تراجم کافی حد تک اسلام کے حق میں ثابت ہوئے۔ ان سے مغرب کی توجہ قرآن اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھری۔

ان دونوں تراجم کے بعد ۱۸۲۸ء میں Günther Wahl نے جرمن زبان میں تیسری بار ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ اس نے عرب اور پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھا۔

اسی طرح جرمن شاعر اور بہت بڑے مستشرق Friedrich Rückert نے بھی ایک ترجمہ کیا۔ نیز ایک شخص Martin Klamroth نے ترتیب نزول کے لحاظ سے قرآن مجید کی پہلی پچاس سورتوں کا ترجمہ کیا۔

نوٹ :- یہ تمام تراجم جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس وقت نایاب ہیں۔

ان تراجم کے بعد انیسویں صدی کے وسط ۱۸۴۰ء میں Ludwig Ullmann نے ترجمہ شائع کیا۔ نیز اسی صدی کے آخر پر ایک اور ترجمہ شائع ہوا جو Henning ترجمہ کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ تراجم میں ایک اضافہ تو تھا مگر انہیں جرمنوں میں بھی کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔

اسی طرح Nöldeke نولڈیکے جو جرمنی کا ایک مشہور مستشرق گزرا ہے نے "تاریخ القرآن" نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے نشأۃِ قرآن کی تفصیل کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس کتاب کو جرمنی میں بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کتاب نے یورپین کو اسلام اور قرآن کے سمجھنے میں بہت مدد دی ہے۔

مشہور جرمن شاعر گوئٹے Goethe نے بھی قرآن اور اسلام کے بارہ میں بڑے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے لہٰذا انشاء اللہ آئندہ کسی وقت مغربی علماء (مستشرقین) کے خیالات کو ایک مستقل مضمون کے تحت پیش کیا جائے گا۔

بیسویں صدی میں جنگِ عظیم اوّل اور دوم کے درمیانی عرصہ میں ایک ترجمۂ قرآن عربی متن کے ساتھ احمدیہ مشن برلن کی طرف سے شائع ہوا۔

نیز جنگِ عظیم ثانی کے بعد احمدیہ مشن جرمنی و سوئٹزرلینڈ کی طرف سے عربی متن کے ساتھ ہی ایک اور ترجمۂ قرآن پیش کیا گیا جس کو لوگوں نے بہت پسند کیا اور ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔

جنگِ عظیم ثانی کے بعد جرمن قوم اسلام کے بارہ میں مزید دلچسپی لینے لگی اور ۱۹۵۹ء میں Goldmann کے نام پر ایک ترجمہ قرآن شائع ہوا۔ اس شخص نے کوئی نیا ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ انیسویں صدی کے وسط میں شائع شدہ

Ulmann ترجمہ کو ہی ذرا بہتر رنگ میں پیش کیا۔

تراجم کے لحاظ سے جرمن زبان میں سب سے آخری ترجمہ وہ ہے جسے Tübingen یونیورسٹی کے ایک پروفیسر Rudi Paret نے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ چونکہ اس شخص کو عربی زبان پر کافی عبور حاصل ہے اس لئے جرمنوں میں سے اس کا ترجمہ نسبتاً اچھا اور زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے ایک کتاب "محمدؐ اور قرآن" نیز جرمن۔ عربک ڈکشنری بھی شائع کیا ہے جو کافی مقبول ہے۔ — جرمنی میں شائع ہونے والے لاطینی اور جرمن زبان میں تراجم کے علاوہ حال ہی میں ایک ترجمہ Esperanto زبان میں بھی ہوا ہے جو فرانکفورٹ کی ایک انشورنس کمپنی کے ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر Ustano Chaudo Ahmad صاحب نے کیا ہے۔ یہ صاحب اصل میں تو اٹلی کے رہنے والے ہیں مگر کام کے سلسلہ میں کئی سال سے فرانکفورٹ میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ان پر یہ خاص فضل ہے کہ قرآن مجید کی برکت سے اب انہوں نے اسلام بھی قبول کر لیا ہے الحمد للہ۔ اس کا دیباچہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے تحریر فرمایا ہے اس ترجمہ کی اشاعت کی کوشش جاری ہے۔

ترجمہ قرآن کا کام دراصل نہایت نازک اور مشکل ہے کیونکہ ایک تو عربی زبان اتنی فصیح و بلیغ اور جامع ہے کہ اس کا مکمل رنگ میں دوسری کسی زبان میں بعینہٖ نقل کرنا آسان نہیں۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ گزشتہ زمانوں میں مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا تھا کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا درست نہیں حقیقت یہ ہے کہ جرمن قوم کی ترجمۂ قرآن کے سلسلہ میں مساعی قابلِ قدر ہے مگر جتنے بھی ان کی طرف سے تراجم شائع ہوئے ہیں ان میں سُقم موجود ہے کیونکہ ایک تو وہ ایسے لوگوں نے کئے جو عربی زبان پر پوری مہارت نہ رکھتے تھے۔ کچھ تو تراجم سے آگے تراجم ہوئے اور کچھ بالواسطہ عربی سے بھی ہوئے۔

دوئم :۔ ترجمۂ قرآن اسی وقت بہتر رنگ اختیار کرے گا جبکہ قرآن کے ساتھ ترجمہ کرنے والے شخص کا دلی تعلق ہوگا اور اسے خدائی۔ الہامی کلام سمجھ کر آگے بنی نوع کی بہتری اور بہبود کی خاطر پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور یہ چیز جماعتِ احمدیہ کے ترجمۂ قرآن میں ہی پائی جاتی ہے۔ لہذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تراجم میں سے بہترین ترجمہ وہی ہے جو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے ہدایتِ انسانی کے جذبہ سے پیش کیا گیا ہے۔ خدا کرے جیسا کہ جرمن قوم نے اپنے غیر اسلامی زمانہ میں قرآن مجید کے تراجم کا بیڑا اٹھایا۔ اسی طرح آج یہ قوم قرآن مجید کا جُوا اپنی گردن پر قبول کر کے ازسرِنو اس کی اشاعت کا انتظام کرے اور اس سے ان کے قلوب بھی منور ہوں اور اپنی زندگیوں کو اس کی تعلیم کے مطابق ڈھال کر فلاحِ دارین کے وارث ہوں۔

اے خدا تُو ایسا ہی کر۔

(آمین)

بشیر احمد شمس

لیڈر (بقیہ صفحہ ۲)

دوسرے محض علم تمام انسانوں کے لئے مقصد نہیں بن سکتا کہ انسان اپنی تمام زندگی حصولِ علم میں گذار دے۔ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے حصولِ علم کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہیں جو کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً زراعت، صنعت وغیرہ ان کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی اس لئے تمام انسانوں کے لئے صرف حصولِ علم کافی نہیں ہے۔ البتہ تلاشِ حق ایک ایسا مقصد ہے جو تمام انسان اختیار کر سکتے ہیں اور زندگی کے دوسرے اشتغال میں بھی مصروف رہ سکتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ علم کی وہ کونسی شاخ ہے جو زندگی کے مقصد کو وہ وسعت دے سکتی ہے جس کے مقابلہ میں وہ چھوٹے چھوٹے مقاصد جو مادیاتی ماحول نے ہمارے سامنے جگمگا دئے ہیں ماند پڑ جاتے ہیں اور انسان اس بے فائدہ جنگ و جدل سے رہائی پا کر حقیقی اطمینان کی زندگی گذارنے کے قابل ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت میں جو ہم نے شروع میں نقل کی ہے موجود ہے۔ لہذا جب تک انسان تلاشِ خدا کا مقصد لے کر نہیں چلتا وہ ان گڑھوں میں گرتا ہی چلا جائے گا اور زخمی ہوتا ہی رہے گا اور اس کو اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا خطرہ لگا ہی رہے گا۔ چھوٹے چھوٹے مادیاتی مقاصد سے نجات اسی وقت مل سکتی ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی شناخت کے عظیم مقصد کو اختیار کرے ٭

مری نظروں میں ہے اب تک شعاعِ نُور کا رستہ

نہ ایمن کا نہ سینا کا نہ کوہِ طُور کا رستہ
بہت مشکل تھا پر مَیں نے چُنا منصور کا رستہ

محبت کی کڑی منزل مری نظروں کا گہوارہ
وفا کا پُر خطر جنگل دلِ مغفور کا رستہ

اسی رستے سے گزرا تھا کبھی ماہِ مُبیں میرا
مری نظروں میں ہے اب تک شعاعِ نور کا رستہ

چھٹے گا چھٹتے چھٹتے ہی غم و اندوہ کا بادل
کٹے گا کٹتے کٹتے ہی دلِ رنجور کا رستہ

کوئی موسٰے سے پوچھے انتشارِ نور کا عالم
نظر خیرہ تھی یوں چمکے تھا کوہِ طُور کا رستہ

رہِ مولےٰ میں جاں رکھ کر ہتھیلی پر چلے آئیں
چُنیں مومن فقط اللہ کے دستور کا رستہ

ہزاروں یاد کی کلیاں بنی ہیں فرشِ راہ ان کا
کبھی آؤ تو دکھلائیں دلِ مہجور کا رستہ

شعاعِ مہرِ عالمتاب کا خنجر ہے سینے میں
یونہی کٹتا رہا ہے ہر شبِ دیجور کا رستہ

سنبھلتے گرتے پڑتے ہم درِ جاناں پہ آپہنچے
بڑی نزدیک کی منزل نہایت دُور کا رستہ

نصیرؔ خستہ تن کاغذ کے پیراہن میں آنکلے
ازل سے ہے یہی ہر بیکس و مجبور کا رستہ

(نصیر احمد خان۔ تعلیم الاسلام کالج)

دعائے مغفرت

مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب پریذیڈنٹ جماعت موضع کنٹہ پوالی مورخہ ۱۷ وفا ۱۳۴۷ہش (مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۶۸ء) کو مختصر علالت کے بعد وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم مخلص احمدی تھے سلسلہ سے والہانہ محبت تھی۔ ہر مالی تحریک میں حصہ لینا باعثِ سعادت یقین کرتے تھے۔ ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں متعدد افراد کو قبولِ حق کی توفیق ملی۔ خدمتِ خلق کی وجہ سے غیر از جماعت افراد میں بھی مقبول تھے۔

احبابِ کرام و بزرگانِ جماعت کی خدمت میں ان کی مغفرت و بلندی درجات کے لئے درخواستِ دعا ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالےٰ ان کے ورثاء کو نیکی و اخلاص میں ان کا صحیح جانشین ثابت کرے۔ آمین۔

(آغا سیف اللہ مربی سلسلہ مقیم رحیم یار خاں)

معاصرین سے

75

بین الاقوامی مفاہمت — ایک ضرورت

پروفیسر کنیتھ ای بولڈنگ نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "بیسویں صدی کے معنے" اس میں وہ لکھتے ہیں کہ انسانیت کو تین خطرات کا سامنا ہے۔ یہ خطرے اتنے سنگین ہیں کہ سرے سے انسانیت ہی کو ختم کر سکتے ہیں۔ ان میں سے خطرہ نمبر ایک جنگ (WAR) ہے۔ کیونکہ موجودہ انسان نے ایسے قیامت خیز آلے ایجاد کر لئے ہیں کہ وہ استعمال ہوں تو روئے زمین سے ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

ٹائن بی نے کہا ہے کہ تمام قدیم تہذیبوں کی موت کا سبب جنگیں ہی رہی ہیں یہ بات زیادہ شدت کے ساتھ آج کے انسان کو درپیش ہے کیونکہ قدیم جنگیں صرف کسی ایک علاقے کو برباد کر سکتی تھیں۔ مگر آج جس عظیم جنگ کا خطرہ درپیش ہے وہ اگر چھڑ جائے تو ساری انسانیت تباہ ہو جائے گی

خدائی سائنس کی ترقی نے جو تیز رفتاری انسان کو عطا کی ہے اس نے اس خطرہ کو اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ ڈھائی ہزار برس پہلے ایک شخص چین سے ہندوستان کے لئے چلا تو یہاں تک پہنچنے میں تین برس لگ گئے اس کا مطلب یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں دو ملکوں کے تعلقات بگڑنے کے بعد عملاً جنگ چھڑنے میں برسوں کا وقت گذر سکتا تھا۔ مگر آج میزائلز کے ذریعے منٹوں میں ایک ملک سے دوسرے ملک پر انتہائی تباہ کن بم گرائے جا سکتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مختلف قوموں اور ملکوں کے درمیان اتفاق اور مفاہمت کی فضا آج کس قدر ضروری ہو گئی ہے۔ مگر بین الاقوامی مفاہمت پیدا کرنے کی ضرورت صرف اسی ایک اعتبار سے نہیں۔ نیشنلزم نے جو نظریات پچھلی مدت میں زمین کے اوپر پھیلائے ہیں، انہوں نے بھی بے شمار مسائل پیدا کئے ہیں۔ انہوں نے یہ کیا ہے کہ عین اس دور میں جبکہ انسان کو زیادہ سے زیادہ اکٹھا ہونا چاہیئے۔ انسان کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے۔ اسی بڑھتی ہوئی بیگانگی کا تقاضا ہے کہ قوموں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہوں اور اعتماد کی فضا پیدا ہو جائے۔

مثلاً موجودہ زمانہ میں مختلف ملکوں کے درمیان آمد و رفت بہت بڑھ گئی ہے تعلیم، کاروبار، سیر و سیاحت، اعزہ سے ملاقات اور دوسری اغراض کے لئے بے شمار لوگ ادھر سے ادھر جاتے ہیں۔ مگر ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے پاسپورٹ اور ویزا کے حصول اور دوسرے کاغذات کی خانہ پری میں جو زحمتیں اٹھانی پڑتی ہیں وہ ایک عام انسان کے لئے بیحد تلخ اور سخت ہیں سو برس پہلے ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لئے صرف راستہ کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آج ان کی جگہ حکومتوں کے قواعد و ضوابط نے لی ہے آج مختلف قسم کی دفتری کارروائیوں میں ایک شخص کو وہی ہفت خواں طے کرنے ہوتے ہیں جو پہلے جنگل اور بیابان کی شکل میں ایک مسافر کو پیش آتے تھے

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم دوسری قوم کو شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور اس کی قیمت افراد کو بھگتنی پڑتی ہے اسی طرح مثلاً بعض ملکوں کی آبادی ضرورت سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور بعض دوسرے علاقے ایسے ہیں جہاں انسان کی کمی ہے (مثلاً آسٹریلیا) اور وہاں بے حساب زمین ایسے لوگوں کے انتظار میں پڑی ہوتی ہے جو اس کو آباد کریں۔ قدیم زمانہ میں کوئی بھی شخص کسی ملک میں جا کر آباد ہو سکتا تھا۔ مگر آج شہریت کے قوانین اتنے سخت ہیں کہ ایک قوم سے تعلق رکھنے والے آدمی کو دوسری قوم کے درمیان جگہ نہیں مل سکتی۔

یہ تو براہِ راست اسباب ہیں جو قوموں کے درمیان مفاہمت کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے بالواسطہ اسباب ہیں جو اس سلسلہ میں بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً آج دفاع کے نام سے امکانی جنگ کی تیاری کے لئے ہر ملک میں بے پناہ سرمایہ لگا رہا ہے، وہ اگر نہ ہو تو یہی مسائل تعمیر و ترقی کی اسکیموں میں کام آئیں گے۔ جس کے نتیجہ میں انسانیت اتنی آگے بڑھ جائے گی کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ قوموں کے درمیان بہتر تعلقات قائم ہوں

غرض جتنی بھی جہان بین کیجئے آپ کا احساس بڑھتا چلا جائے گا کہ آج قوموں کے درمیان مفاہمت کی فضا پیدا کرنا بیحد ضروری ہے اور اسی پر ہماری سرگرمیوں کا، ہماری ترقی کا، بلکہ ہماری زندگی و موت کا انحصار ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ عین اس وقت جبکہ دنیا سب سے زیادہ باہمی مفاہمت کی محتاج تھی اسی وقت وہ سب سے زیادہ اس سے دور ہو گئی۔ حیرت انگیز بات ہے کہ آج مواصلات کے ذرائع اتنے بڑھ گئے ہیں کہ پوری دنیا ایک خاندان کی شکل اختیار کر گئی۔ آپ صبح سویرے ہوائی جہاز سے اڑیں تو ساری دنیا کا چکر لگا کر شام کا کھانا اپنے گھر کھا سکتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود لوگوں کے دل ایک دوسرے سے پھٹے ہوئے ہیں۔ آج ٹکنالوجی اتنی ترقی کر گئی ہے کہ ریڈیائی کنٹرول کے ذریعے خلا میں دو راکٹوں کو ایک دوسرے سے جوڑا جا سکتا ہے۔ مگر زمین پر دو انسان یا دو قوموں کو ملانا امر محال نظر آتا ہے۔ جنگلوں کی آگ اور پیٹرول کی آتش زدگی پر قابو پانے کے لئے ہم تاریخ کے پچھلے تمام انسانوں سے آگے ہیں۔ مگر انسانی سماج کے اندر آگ لگی ہو تو اس کو بجھانا ہمیں اپنے بس سے باہر نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج فضا کی چڑیاں ہم سے زیادہ پُرامن ہیں۔ جنگل کے جانور ہم سے زیادہ مفاہمت سے زندگی گزارتے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ہم سے زیادہ ایک دوسرے سے قریب ہیں مگر اس زمین پر انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو اس معاملہ میں سب سے زیادہ محروم اور بدنصیب ہے۔

اس صورت حال کا بنیادی سبب ایک ہے۔ اور اس سبب کو ختم کر کے ہی باہمی مفاہمت کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔ اور وہ سبب ہے مادی حصول ہی کو زندگی کا مقصد بنا لینا۔ قدیم دور میں بھی انسان مادی حصول کے پیچھے دوڑتا رہا ہے اور اس کی بنا پر پہلے بھی مسئلے پیدا ہوتے رہے مگر پہلے اس چیز نے عقیدہ کی صورت اختیار نہیں کی تھی۔ جبکہ آج وہ عقیدہ و مذہب بن کر ذہنوں میں چھا گیا ہے۔ اس بنا پر آج اس کے مفاسد بھی پہلے سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

پچھلی چند صدیوں میں کائنات کا جو سائنسی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس میں فطری طور پر کائنات کا صرف مادی حصہ انسان کے مشاہدہ میں آیا۔ اگر آپ کسی چیز کو ٹٹول کر جاننے کی کوشش کر رہے ہوں تو اس کی ظاہری ہیئت ہی آپ کے علم میں آئیگی۔ آپ اسکے رنگ و بو اور اسکے اندرونی خواص کا ادراک نہیں کر سکتے۔ یہی حال تمام سائنسی مطالعہ کا مطالعہ ہے۔ سائنس میں جو طریقے مطالعہ کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں ان کی رسائی صرف کائنات کے ظاہری ڈھانچہ تک ہی ہوتی ہے۔ اس لئے فطری بات یہ تھی کہ سائنسی مطالعہ نے انسان کو جس کائنات سے متعارف کرایا وہ اس کا مادی ڈھانچہ تھا اگر مطالعہ کرنے والے یہ سمجھتے کہ وہ کائنات کے ایک مخصوص جزو کا مطالعہ کر رہے ہیں تو کوئی خرابی پیدا نہ ہوتی مگر انہوں نے اسی کو کل سمجھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ذہن بن گیا کہ اس کائنات میں مادہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس طرح زندگی کا مادی مقصد وجود میں آیا۔ غیر مادی حقائق وہمی اور فرضی سمجھے گئے اور انسان نے مادی چیزوں کے حصول کے لئے اپنی ساری توجہ مبذول کر دی۔ بیسویں صدی کی نظریاتی سائنس نے اگرچہ اس مفروضہ کا بالکل خاتمہ کر دیا ہے مگر یہ طوفان اتنے زور سے اٹھا کہ آج بھی عملاً وہی چھایا ہوا ہے اور جدید انسان کی نفسیات میں شامل ہو گیا ہے۔

اگر ہمیں قوموں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنی ہے تو سطحی تدبیروں سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اس کے لئے لازمی طور پر ہمیں زیادہ گہرائی سے چلنا ہو گا۔ خاص طور پر مقصد زندگی کا تصور بدلنا ہو گا۔ اسکے بغیر کوئی خاص نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

مقصد زندگی کا تعلق اس مسئلہ سے کیا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ ملک اور مال جو لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے درمیان بار بار لڑائیاں ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ مگر اسی دنیا میں بہت سے لوگ ایک اور چیز کے حصول کے لئے لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کے درمیان کبھی میدان جنگ قائم نہیں ہوتا یہ دوسری چیز ہے علمی تحقیقات۔ جو لوگ علم کے حصول میں لگے ہوئے ہیں ان میں اختلافات بھی ہیں کوئی پاتا ہے کوئی محروم رہتا ہے۔ مگر اسکے حصول میں لگنے والے اپنی اپنی کوشش میں مصروف رہتے ہیں باہم کبھی لڑائی نہیں چھیڑتے۔

اس فرق کی وجہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک اور مال متعین مادی چیزیں ہیں۔ اس کا کوئی جزو یا کل جب ایک شخص لے رہا ہو گا تو اسی وقت دوسرا اسے نہیں لے سکتا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک کو ملتی ہے تو صرف اس قیمت پر کہ دوسرا اس سے محروم ہو رہا ہو۔ یہ چیز فطرةً اشتعال پیدا کرتی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے لڑ جاتے ہیں

اس کے برعکس علم کوئی مادی چیز نہیں وہ ایک ذہنی چیز ہے ایک ہی علم بیک وقت ہزار آدمی کے ذہن میں ہو سکتا ہے بغیر اسکے کہ اس کی وجہ سے کسی ایک دوسرے کے علم میں کوئی کمی آتی ہو۔ علم اور مال کا یہی فرق ہے جس کی وجہ سے مال تلاش کرنیوالے باہم لڑ جاتے ہیں۔ مگر علم تلاش کرنیوالے آپس میں نہیں لڑتے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کون سا مقصد زندگی ہے جس کو اپنایا جائے تو افراد اور فرقوں کے درمیان مفاہمت اور تعلقات کی فضا پیدا ہو گی وہ صرف یہ ہے کہ ایسا مقصد ہو جو مادیات سے بلند ہو۔ جہاں بیک وقت سارے انسان ایسا ... جس میں ہر ایک اپنا حصہ بھرپور وصول کرے مگر باوجود دوسرے کے ... کسی کا باعث نہ بنتا ہو۔ ایسے ایک نصب العین کو دنیا میں دوبارہ زندہ کرنا آج انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

وصایا

ضروری نوٹ:- مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز صدر انجمن احمدیہ کی منظوری سے قبل صرف اس لئے شائع کی جارہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ دن کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ (۲) ان وصایا کو جو نمبر دئے جارہے ہیں وہ ہرگز وصیت نمبر نہیں ہیں۔ وصیت نمبر صدر انجمن کی منظوری حاصل ہونے پر دئے جائیں گے۔ (۳) وصیت کنندگان سیکرٹری صاحبان مال اور سیکرٹری صاحبان وصایا اس بات کو نوٹ فرمالیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ ربوہ)

مسل ۱۹۲۵۹

میں کیپٹن شاہد احمد ولد کرنل عطاء اللہ صاحب قوم کشمیری راٹھور پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن لاہور۔ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸-۲-۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت ۸۵۰/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر وصیت سے نافذ فرمائی جائے۔ شرط اول ۲۵/- روپے

العبد:- شاہد احمد ولد کرنل ایم عطاء اللہ صاحب لاہور۔

گواہ شد:- عبد الحلیم ولد عبد الستار صاحب ۱۰ ریٹیگن روڈ لاہور۔

گواہ شد:- کرنل عطاء اللہ وائس چیئرمین فضل عمر فاؤنڈیشن۔

مسل ۱۹۲۶۰

میں رضیہ سلطانہ زوجہ چوہدری رشید احمد صاحب کھٹی قوم کھٹی پیشہ خانہ داری عمر ۴۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ربوہ ضلع جھنگ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳-۲-۶۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔

۱- زیورات ۲۰۰۰/- Rs ۹۶۴۲ ۲- مکان واقع دار الیمن ربوہ ۵۰۰۰/-

حق مہر ۲۰۰۰/- روپے خاوند سے وصول کرکے مندرجہ بالا جائیداد کی خرید میں صرف کرلیا تھا۔

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ شرط اول ۵/- روپے

الامۃ:- رضیہ سلطانہ زوجہ رشید احمد صاحب کریانہ سٹور گولبازار ربوہ

گواہ شد:- چوہدری غلام رسول والد موجیبہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

گواہ شد:- چوہدری رشید احمد گولبازار ربوہ

مسل ۱۹۲۶۱

میں داؤد احمد ولد نور محمد صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ تجارت عمر ۳۵/۳۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن خیبقدر فورٹ ضلع پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷-۱-۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مکان ایک رقبہ ایک کنال ۵۰۰۰/- روپیہ

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی

اس وقت مجھے مبلغ ۳۵۰/- روپے ماہوار آمد ہے میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ شرط اول ۲/- روپے

العبد:- داؤد احمد بقلم خود

گواہ شد:- احمد دین ولد محمد دین صاحب ربوہ

گواہ شد:- منیر احمد کھٹی بقلم خود ساکن پشاور ۲۹-۱-۶۸

مسل ۱۹۲۶۲

میں خوشی محمد ولد نبی بخش صاحب قوم ارائیں پیشہ تجارت و زراعت عمر ۵۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک ۲۸۰/T.D.A ضلع مظفر گڑھ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸-۶-۶۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے

۱- زرعی اراضی ۱۰۳۰ کنال واقع چک ۲۸۰/T.D.A مالیتی اندازاً ۳۰۰۰/- روپے ۲- ایک بھینس ۵۰۰/- روپے

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

اس وقت مجھے مبلغ ۸۰/- روپے ماہوار آمد ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ شرط اول ایک روپیہ

العبد:- خوشی محمد بقلم خود۔ طارق بکڈپو لیہ شہر۔ ضلع مظفر گڑھ

گواہ شد:- عبد الرب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لیہ۔

گواہ شد:- انور احمد سیکرٹری تحریک جدید

مسل نمبر ۱۹۲۶۳

میں مرزا عمر الدین صاحب ولد جھنڈا صاحب قوم مغل پیشہ ۔ عمر ۷۰ سال بیعت ۱۹۳۰ء ساکن ناروول ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱-۳-۶۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے ایک مکان واقع ناروول مالیتی ۱۰۰۰۰ روپے

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا ہوں اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔

اس وقت مجھے ۲۵/- روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتا رہوں گا۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ شرط اول ایک روپیہ

العبد:- مرزا عمر الدین معرفت مرزا رشید احمد سائیکل ورکس ناروول

گواہ شد:- مرزا رشید احمد سائیکل ورکس ناروول۔

گواہ شد:- مرزا محمود احمد متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔ ۱۳-۳-۶۸

مسل ۱۹۲۶۴

میں زینب بی بی زوجہ مرزا عمر الدین صاحب قوم مغل پیشہ خانہ داری عمر ساٹھ سال بیعت سن ۱۹۳۰ء ساکن ناروول ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱-۳-۶۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔

حق مہر ۳۲۰۰ روپے وصول شدہ زیور مالیتی ۳۰۰ روپے۔

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا ہبہ پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میری وفات پر میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

شرط اول / ایک روپیہ

الامۃ:- زینب بی بی معرفت مرزا رشید احمد صاحب سائیکل ورکس ناروول سیالکوٹ۔

گواہ شد:- نشان انگوٹھا مرزا عمر الدین ناروول ضلع سیالکوٹ

گواہ شد:- مرزا محمود احمد متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ - ۱۳-۳-۶۸

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ وہ اخبار الفضل خود خرید کر پڑھے اور اپنے دوستوں کو پڑھنے کیلئے دے۔

ملک کی ترقی کے دس سال :-

76

مزدوروں کی فلاح و بہبود کے قوانین

(صدیق طاہر)

یوں تو مزدور طبقہ کی آسودہ حالی جدید صنعتی دنیا کا اہم ترین سوال ہے لیکن ایک ترقی پذیر صنعتی ملک کی حیثیت سے پاکستان صنعت کے میدان میں توسیع و ترقی کے جن مراحل سے گزر رہا ہے۔ ان کا تقاضا تھا کہ ان تمام مسائل پر فی الفور توجہ دی جائے جن سے ہماری صنعتیں اور مزدور طبقہ دوچار ہو رہا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں ملک میں پرامن انقلاب برپا ہوا تو زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے بھی انقلابی اقدامات کئے گئے۔ انقلاب سے پہلے مزدوروں کے قوانین اور طریقہ ہائے نفاذ کئی طرح سے تشنہ اور نامکمل تھے۔ اور ان سے بدلتے ہوئے صنعتی ماحول کے تقاضے پورے نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ انقلابی حکومت نے نظرثانی شدہ پالیسی کا اعلان کیا۔ اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر پرانے قوانین کو ترامیم کے ذریعہ بہتر بنایا گیا۔ جدید ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نئے قوانین وضع کئے گئے ہیں جن میں خاص طور پر نئے رجحانات کو ملحوظ رکھا گیا۔

اس سلسلہ میں انڈسٹریل و کمرشل ایمپلائمنٹ سٹینڈنگ آرڈرز مجریہ ۱۹۴۶ء کو منسوخ کر کے اسی نام سے آرڈرز مجریہ ۱۹۶۰ء کا نفاذ عمل میں لایا گیا۔ جو ان صنعتی اور تجارتی اداروں پر نافذ ہوئے جن میں پچاس یا اس سے زائد کارکن کام کرتے ہوں۔ چنانچہ اس قانون کی رو سے آجروں پر ملازمت کی شرائط، اوقات کار، رخصت، تعطیلات، یوم تنخواہ جرمانہ اور ملازمت ختم کرنے کے طریقہ کار وغیرہ کی پابندی عائد کی گئی۔ یہ ملک میں مزدوروں کی فلاح کے لئے پہلا بھرپور اور ہمہ گیر انقلابی اقدام تھا۔

اسی طرح صنعتی تنازعات ایکٹ مجریہ ۱۹۴۷ء کے اگر ایک حد تک قانونی تحفظات میسر تھے لیکن اس قانون کے مطابق صنعتی تنازعات کے لئے اگر حکومت مناسب سمجھتی تو ٹربیونل کے سپرد کئے جاتے تھے۔ مزید مشکل یہ تھی کہ مشترکہ طور پر خود غور و خوض کرنے کے لئے کوئی طریق کار مقرر نہیں تھا۔

انقلابی حکومت نے صنعتی تعلقات کے مسائل پر خاص توجہ دی اور محنت کشوں اور آجروں کے درمیان تعلقات کو خوشگوار بنانے اور دونوں کے جائز مفادات کے تحفظ کے لئے صنعتی تنازعات ایکٹ مجریہ ۱۹۴۷ء کو صنعتی تنازعات، آرڈیننس مجریہ ۱۹۵۹ء میں تبدیل کر دیا گیا اور اب حکومت مغربی پاکستان نے جدید صنعتی ضرورتوں کے پیش نظر اس قانون کو بہتر اور ہمہ گیر بنانے کے لئے اسے صنعتی تنازعات آرڈیننس ۱۹۶۸ء کی مفید شکل دے دی ہے۔

مزدور کی نئی تعریف میں نگران عملہ کو بھی مزدور انجمنوں کا رکن بننے کی گنجائش رکھی گئی ہے ورکس کمیٹیوں کی نگرانی کے لئے صنعتوں کو انسپکٹر مقرر کئے گئے ہیں۔ صنعتی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے لئے ایک جج ہائیکورٹ پر مشتمل یک رکنی ٹربیونل کی سہولت دی گئی ہے جس کا فیصلہ حتمی ہو گا مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر کو روکنے کے لئے پندرہ دنوں کی حد مقرر کی گئی علاوہ ازیں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے اگر کوئی مزدور قانونی چارہ جوئی کر رہا ہو تو آجر یا مالک اس کی شرائط ملازمت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکے گا۔ ملازموں کی تخفیف، عارضی چھانٹی اور بے دخلی وغیرہ کے لئے بہتر قوانین بنا دیئے گئے اس انقلاب سے قبل آجر کی مرضی کے مطابق دس یوم کی رخصت اتفاقیہ یا اجرت یا بلا اجرت ملا کرتی تھی۔ لیکن نئے قانون کے تحت دس یوم کی رخصت اتفاقیہ مع اجرت ملا کرے گی۔ اسی طرح بصورت برخاستگی یا انتقال رہائشی مکان دو ماہ تک خالی نہ کرنے کی سہولت بھی مزدوروں کو فراہم کی گئی ہے۔

صنعتی اور تجارتی ملازمتوں کے آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۸ء کے نفاذ سے کارکنوں کو معطلی کے دوران ۵۰ فی صد مراعات ایک سال میں ۱۵ یوم کی رخصت اور ۱۵ یوم کی رخصت اور ۱۵ یوم کی گریجویٹی (انعام) اور ایک سال کی ملازمت مکمل کرنے پر عارضی تخفیف وغیرہ سے بچنے کی مراعات اور استحکام ملازمت کی مزید قانونی سہولتیں مل گئی ہیں۔

ٹریڈ یونین ایکٹ مجریہ ۱۹۲۶ء کے مطابق اگرچہ ٹریڈ یونینوں کے معاملات کو باقاعدہ شکل دینے کی کوشش کی گئی تھی لیکن طلوع آزادی کے ساتھ ہی پاکستان کو نئے مسائل اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اگرچہ وقت کے ساتھ ساتھ اس صورت حال کو بہتر بنانے کی مساعی جاری رہیں مگر انقلابی حکومت کی نظرثانی شدہ پالیسی کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ مزدوروں کی بیداری کی تحریک کو صحت مندانہ خطوط پر فروغ دیا جائے۔

ٹریڈ یونین ایکٹ مجریہ ۱۹۲۶ء میں یہ خرابی تھی کہ چند عہدہ دار جو اکثر مزدور نہیں ہوتے تھے مزدوروں کو اپنے مقصد براری کے لئے استعمال کرتے تھے چنانچہ اس قانون میں ترمیم کی دیرینہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مغربی پاکستان ٹریڈ یونین آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۸ء نافذ کیا گیا جو اب نافذ العمل ہے اس قانون کے تحت ٹریڈ یونین کے مفاد کے منافی کاموں میں ملوث ہونے والے عہدہ داروں کے خلاف تحریک عدم اعتماد منظور کی جا سکتی ہے علاوہ ازیں صرف وہ یونین رجسٹر ہو سکتی ہے جس کے لئے ایک ادارہ میں کام کرنے والے کل مزدوروں کے دس فیصد نے اس مقصد کے لئے درخواست دی ہو۔ نیز اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ کسی یونین کی تشکیل سے نا راض ہو کر مزدوروں کو ملازمت سے الگ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایک مزدور کو کوئی ٹریڈ یونین میں عہدہ قبول کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۵۸ء سے ۶۸ء تک کے دس سالہ ترقیاتی دور میں حکومت کی طرف سے مزدوروں کی فلاح و بہبود کے اقدامات اور محنت کشوں کو زیادہ سے زیادہ قانونی تحفظات دلانے کا اندازہ اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مزدوروں کی ٹریڈ یونینوں کی تعداد میں $2\frac{1}{2}$ گنا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی ۵۸ء میں مزدور انجمنوں کی تعداد ۲۴۳ تھی جو اب ۶۳۵ ہو چکی ہے۔

حکومت نے ملازمین کے سماجی تحفظ کی سکیم ماہ مارچ ۶۷ء سے شروع کی ہے وہ پاکستان میں محنت کشوں کی فلاح و بہبود کی ساعی میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے اس سکیم کے ماتحت پہلے مرحلہ میں کپڑے کی ۴۳۵ صنعتی کارخانوں میں کام کرنے والے ایک لاکھ بیس ہزار مزدوروں کو سماجی تحفظ مہیا کیا جائے گا۔ سماجی تحفظ کی اس سکیم میں مزدور کو زخمی یا بیمار ہونے کی صورت مفت طبی امداد اور پس ماندگان کو پنشن کی مراعات کے علاوہ معذور ہو جانے کی صورت میں اگر بچوں کی اور انتقال کی صورت میں ورثاء کو پنشن دینے کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ مغربی پاکستان میں اس سکیم کے تحت ۱۶ شفاخانے مزدوروں کو طبی سہولتیں بہم پہنچانے میں شب و روز مصروف ہیں اس منصوبہ کے تحت جون ۶۸ء تک کپڑے کی بڑی صنعت کے مزدوروں کو سماجی تحفظ مہیا کیا جائے گا۔ اور بعد ازاں اس سکیم کو دوسری صنعتوں پر نافذ کر دیا جائے گا۔

سماجی تحفظ کی یہ سکیم پہلی بار مارچ ۱۹۶۷ء میں تجرباتی طور پر لائلپور، حیدرآباد میں جاری کی گئی جو کامیابی سے زیر عمل ہے یکم نومبر ۶۷ء سے اس سکیم کا دائرہ ملتان، راولپنڈی۔ اور حیدرآباد کے تین مزید صنعتی علاقوں تک بڑھا دیا گیا۔

۱۹۶۲ء میں حکومت نے کراچی، مغلپورہ، لاہور اور پشاور کے تین فنی تربیتی مراکز صوبائی حکومت کو منتقل کئے تھے۔ حیدرآباد، ملتان، جہلم۔ رحیم یار خان ہزارہ آباد اور سرگودھا میں فنی تربیتی مراکز قائم کرنے کی منظوری دی گئی۔ یہ سکیمیں تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں اور اسی سال جون تک مکمل کر لی جائیں گی جس کے نتیجہ میں فنی تربیتی اداروں کی استعداد ایک سو روپے سے چھبیس سو ہو جائے گی۔

اسی طرح ۱۹۶۲ء میں مغربی پاکستان میں صرف ۱۵ دفاتر روزگار تھے بعد ازاں ایبٹ آباد، سکھر، بہاولپور میں مزید تین دفاتر روزگار کھولے گئے۔ توقع ہے کہ صوبہ میں بہت جلد مزید چھ دفاتر کھولے جائیں گے۔ ان دفاتر کا مقصد آجر اور کارخانہ دار کو مناسب مزدور اور محنت کش مہیا کرنا ہے۔ ایک جائزہ کے مطابق مغربی پاکستان میں ۱.۷۲ کروڑ مزدور قومی پیداوار میں اضافہ کے لئے شب و روز کام کر رہے ہیں۔

گزشتہ دس سالہ ترقیاتی دور میں مزدوروں کو روزگار مہیا کرنے کی رفتار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دس سال کے اس عرصہ میں مزدوروں کی تعداد دگنے سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ حکومت محنت کشوں کو زیادہ سے زیادہ قانونی تحفظ بہم پہنچا رہی ہے۔

اکثر باتوں کو جن میں بنی اسرائیل اختلاف رکھتے ہیں قرآن نے کھول کر بیان کیا ہے

سچی بات خواہ ہزاروں پردوں میں چھپی ہوئی ہو قرآن اسے نکال کر سامنے لے آتا ہے

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سورۃ النمل کی آیت وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے آسمان اور زمین میں کوئی بھی مخفی چیز نہیں مگر اللہ تعالےٰ کے علم میں وہ پوری طرح محفوظ ہے چنانچہ اس کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم کو دیکھ لو کہ اکثر باتیں جن میں بنی اسرائیل اختلاف رکھتے ہیں ان کو قرآن کریم خوب کھول کر بیان کر رہا ہے اور سچی بات خواہ ہزاروں پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہو اسے نکال کر سامنے لے آتا ہے اور ہر عقلمند کو ماننا پڑتا ہے کہ قرآن کا بیان صحیح ہے اور بائیبل کا بیان غلط ہے۔ مثلاً بائیبل میں لکھا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام خدا تعالےٰ کی تجلی دیکھنے کے لئے طور پر گئے تو ان کے پیچھے ہارون علیہ السلام مشرکوں کے ساتھ مل گئے۔ اور انہوں نے خود ان کے لئے سونے کا بچھڑا بنایا۔ اور پھر اس کی پرستش شروع کر دی (خروج باب ۳۲ آیت ۱ تا ۶) لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایسا ہرگز نہیں کیا یہ ایک نہایت ہی گندہ اور ناپاک الزام ہے۔ جو ان پر لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ رد کا تھا اور فرمایا تھا کہ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ (طٰہٰ آیت ۹۱) یعنی اے میری قوم! بچھڑے کے ذریعہ تم ایک بڑی آزمائش میں ڈالے گئے ہو۔ تمہارا رب تو رحمٰن خدا ہے۔ جو پیدائش سے بھی پہلے تمہاری مدد کرتا رہا ہے اور اب بھی اس نے اپنی ہزاروں نعمتوں سے تمہیں متمتع کیا ہوا ہے اس بچھڑے نے تمہاری کیا مدد کرنی ہے کہ تم اس کے آگے اپنا سر جھکا رہے ہو پھر قرآن کریم اس امر کی بھی وضاحت فرماتا ہے کہ یہ بچھڑا ایک روحانیت سے بے بہرہ شخص نے بنایا تھا۔ جس کا نام سامری تھا اب دیکھو قرآن کریم دو ہزار سال کے بعد آیا اور بائیبل خود اس کے ماننے والوں کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی تھی مگر جو کتاب موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں لکھی گئی وہ تو ہارون علیہ السلام کو ملزم قرار دیتی ہے مگر تیرہ سو سال کے بعد نازل ہونے والا قرآن ہارون علیہ السلام کو ہر قسم کے الزامات سے پاک ٹھہراتا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ النمل صفحہ ۱۲۴)

مبلغ نائیجیریا الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب آج شام ربوہ واپس پہنچ رہے ہیں

مکرم الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب مبلغ نائیجیریا آج ۲۲ وفا ۱۳۴۷ ہش مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۶۸ء بروز سوموار بذریعہ چناب ایکسپریس بوقت ۶-۲۷ بجے شام ربوہ تشریف لا رہے ہیں۔ احباب وقت مقررہ پر اسٹیشن پر تشریف لا کر اپنے مجاہد بھائی کا استقبال کریں۔

(وکالت تبشیر)

ربوہ کا موسم

ربوہ ۲۲ وفا۔ (۹½ بجے صبح) آج صبح سے یہاں آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں اور ۷ بجے سے مسلسل ہلکی ہلکی بارش ہو رہی ہے اور موسم خوشگوار ہے۔

وقف عارضی کے متعلق ایک مبارک خواب

(محترم مولانا ابو العطاء صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد)

مکرم سید منظور احمد شاہ صاحب کو وقف عارضی کے سلسلہ میں حلقہ ۱۳/۸-آر میں بھیجا گیا تھا انہوں نے اپنی رپورٹ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کی خدمت میں تحریر کیا ہے کہ:۔

"مورخہ ۸ اور ۹ جولائی کی درمیانی رات جو یہاں وقف عارضی کی پہلی رات تھی خاکسار نے عجیب خواب دیکھا۔ خاکسار نے دیکھا کہ حج کے سلسلہ میں یا ویسے ہی خاکسار مدینہ منورہ گیا ہوا ہے اور خاکسار کے ہمراہ خاکسار کی بھاوجہ (بڑی) مسماۃ سیدہ عزیزہ بیگم (جو غیر احمدی ہے) اور چھوٹا بھائی عزیز مبارک احمد شاہ جو خدا کے فضل و کرم سے احمدی ہے حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس سے ملحق مسجد نبوی میں بغرض عبادت اور دعا تک حاضر ہیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہے اور از قسم مصالحہ جات ریت وغیرہ صحن مسجد میں پڑا ہے۔ میں اس مبارک مسجد کے ایک خاص حصہ میں جہاں باریک ذرّوں والی ریت ہے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں اور وہ ریت ایسی ہے کہ وہ ساجد کی پیشانی کے نیچے بچھی جاتی ہے۔ اس نظارہ کے بعد آنکھ کھل گئی"

حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے اس خواب کی تعبیر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"خواب وقف کے کام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مسجد کی تعبیر الٰہی جماعت ہے"

احباب کرام کو چاہیئے کہ پورے شوق اور کامل رغبت سے وقف عارضی میں شمولیت فرمائیں۔ وقف عارضی کا مطبوعہ فارم موجود ہے جتنے فارم مطلوب ہوں طلب فرمائیں۔

(خاکسار ابو العطاء جالندھری نائب ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ)

فضل عمر فاؤنڈیشن کے وعدہ جات کی سو فیصدی ادائیگی کرنیوالے احباب کے اسماء گرامی الفضل میں شائع کرنے کے متعلق ضروری اعلان

فضل عمر فاؤنڈیشن کا تیسرا سال خدا تعالےٰ کے فضل سے یکم وفا ۱۳۴۷ ہش (یکم جولائی ۱۹۶۸ء) سے شروع ہو چکا ہے۔ قبل ازیں اعلان کیا جا چکا ہے کہ ۲۵ لاکھ کی وصولی میں جن احباب کے وعدوں کی سو فیصدی ادائیگی ہو جائے گی ان کے اسماء گرامی دعا کے لئے الفضل میں شائع کئے جائیں گے۔ ایسے احباب کی فہرست مرتب کر کے دفتر ہذا میں بھجوانا مقامی عہدیداران کے ذمہ ہو گا۔ یعنی سیکرٹریان مال و سیکرٹریان فضل عمر فاؤنڈیشن اپنی اپنی جماعتوں کے ایسے احباب کی فہرست دفتر ہذا میں بھجوائیں۔ جو اپنا وعدہ پورا ادا کر دیں دفتر ہذا ان فہرستوں کی ضروری پڑتال کر کے الفضل میں اشاعت کے لئے بھجوائے گا۔ یہ پڑتال مقامی جماعتوں سے آمدہ فارم روزنامچہ کی مدد سے کی جائے گی۔ اگر کسی جماعت نے فارم روزنامچہ پُر کر کے نہ بھجوایا ہو تو جلد بھجوا دیں تاکہ فہرستوں کی پڑتال میں دیر نہ ہو جائے۔ اس فہرست کی دو کاپیاں آنی چاہئیں تاکہ ایک بعد پڑتال الفضل میں بھجوائی جائے اور دوسری جماعت کے فائل میں ریکارڈ رہے۔

(سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

درخواست دعا

میرے پھوپھا مکرم شہزادہ محمد عثمان صاحب کو اب بخار سے آرام ہے۔ وہ ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے انہیں اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھا گو بخار ٹوٹ گیا ہے مگر کمزوری پوری طرح دور نہیں ہوئی۔ احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا میں جاری رکھیں۔ عبد اللہ ماجد ربعہ (گلزار احمد ہاشمی ربوہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴